

اسلاف و اکابر کی تواضع کے واقعات

مفتی محمد طارق محمود

لاہور

ہمارے اکابر علمی اور عملی کمالات کے جامع تھے۔ ان حضرات کے کمالات میں ایک نمایاں وصف تواضع تھا۔ تواضع کا مقابل تکبر ہے، تکبر ایسا گناہ ہے کہ اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں، تمام گناہوں کی جڑ یہی ہے۔ ابلیس کی علت یہی انانیت تھی۔ تکبر کہتے ہیں کسی دینی یا دنیاوی کمال میں اپنے آپ کو اپنے اختیار سے دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کی حقارت دل میں آئے، یا غصے کی حالت میں حق کی نصیحت کی جائے تو اُسے رڈ کرے۔ اگر اپنے کسی کمال کا خیال آئے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میرا ذاتی کمال نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، وہ جب چاہیں اسے چھین لیں، اور ہو سکتا ہے کہ دوسرے میں کوئی ایسا کمال ہو جس کی وجہ سے اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے زیادہ ہو۔ (تزیین السالک، جز سوم، باب سوم، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، ملخصاً، خطبات حکیم الامت: ۲۵/۸۲)

تواضع کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی اپنے سے نفی کرے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنے کمال سے نہ سمجھے، بلکہ محض فضل و رحمت سمجھے۔ (خطبات حکیم الامت: ۲۵/۲۴۱)

اس مضمون میں اپنے مشائخ دیوبند کی تواضع کے متفرق واقعات نقل کیے جا رہے ہیں:

① - سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی (۱۲۳۳ - ۱۳۱۷ھ) قدس سرہ

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات تمام تمام رات اس ایک شعر کو پڑھ کر روتے روتے گزار دیتے تھے:

اے خدا! میں بندہ را رسوا مکن
گر بدم ہم سر من پیدا مکن

”اے خدا اس بندہ کو رسوا نہ کرنا، اگر برا ہوں تو بھی میرا راز ظاہر نہ کرنا۔“ (ارواحِ ثلاثہ، ص: ۱۶۹)

ایک خط میں (اپنے مرید) حضرت گنگوہی کو تحریر فرماتے ہیں:

”اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر (حضرت حاجی امداد اللہ) کے

جب لوگوں نے نہ مانا تو (نوٹ نے) اللہ سے عرض کی کہ پروردگار! میں اپنی قوم کو رات دن بلا تا رہا۔ (قرآن کریم)

نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں۔ وہ تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ ان شاء اللہ! قیامت میں بھی ایسی ہی پردہ پوشی کی اُمید ہے، وہ تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے۔“ (مکاتیب رشیدیہ، ص: ۴)

کچھ حد ہے اس تواضع کی! ایک دفعہ حضرت کے خدام کا قافلہ جدہ سے مکہ خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے باب مکہ پر آکر اُن کا استقبال کیا۔ ہر ایک سے بغل گیر ہوئے اور ہنس ہنس کر حال دریافت فرمایا، چاہے اجنبی ہو یا واقف۔ اپنے مکان پر لا کر سب کو ٹھہرایا اور صبح کھانے کی دعوت سب کی حضرت کے دسترخوان پر ہوئی۔ شفقت و تواضع و نخل جس درجہ اس واقعہ سے ظاہر ہے محتاجِ بیاں نہیں۔

(امداد المصنوع، ص: ۱۹۶-۱۹۸، ملخصاً)

حضرت حاجی صاحب کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلا دیجیے گا کہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ: آپ کو بڑا حوصلہ ہے! ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر شکر و تواضع کا غلبہ تھا۔

(ملفوظات حکیم الامت: ۱/۸۰)

② - قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ - ۱۳۲۳ھ) قدس سرہ

میں (مولانا اشرف علی تھانوی) جب عازم سفر حجاز ہوا تو ایک بار حاضری کے بعد عریضے کے ذریعے سے حضرت قدس اللہ سرہ کی خدمت میں اپنی تیاری سفر کی اطلاع کی۔ حضرت کا جو جواب آیا، اس میں لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر مجھ کو بھی یاد رکھنا، اور یہ شعر تحریر فرمایا:

چوں باحبیب نشین و بادہ پیمائی بہ یاد آر حریفان بادہ پیمارا
”جب دوست کے ساتھ بیٹھ کر جام پیتو تو اپنے حریفوں کو بھی یاد کرنا۔“

اس سے حضرت قدس اللہ سرہ کا کمال تواضع ظاہر ہے کہ ایسے نا اہل سے ایسی فرمائش! یہ قصہ بعینہ مشابہ اس کے ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اجازت عمرے کی مانگی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی! ہم کو بھی دعا میں شریک کرنا، بھولنا مت۔ پس تواضع کے ساتھ کمال اتباع سنت بھی اس قصے سے ثابت ہے۔

(یاد یاراں، ص: ۲۳، مشمولہ: میرے اکابر)

حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی، سب طلبہ کتابیں لے لے کر اندر بھاگے، مگر مولانا سب طلبہ کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر لے چلیں! لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے۔

(ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۷۹)

③ - حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۲۴۸ - ۱۲۹۷ھ) قدس سرہ

حضرت مولانا قاسم صاحب جس طالب علم کے اندر تکبر دیکھتے تھے، اس سے کبھی کبھی جوتے اٹھوایا کرتے تھے، اور جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے، اس کے جوتے خود اٹھالیا کرتے تھے۔ (ارواحِ علاء، ص: ۲۳۶)

مولانا نانوتویؒ سفر حج میں تھے، اس سفر میں ان کا جہاز بین کی ایک بندرگاہ پر ٹھہر گیا، اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند دن قیام کرے گا، چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں، اس لیے آپ جہاز سے اتر کر ان کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ انھوں نے حضرت کے اساتذہ کا سلسلہ دریافت فرما کر سند حدیث دے دی۔ باوجود کامل ہونے کے دوسرے اہل کمال سے استفادہ فرمانا کمال تواضع اور حرصِ دین کی دلیل ہے۔ (مصدر سابق، ص: ۱۸۵، ملخصاً)

حضرت نانوتویؒ علماء کی وضع عمامہ کرتے کچھ نہ رکھتے۔ ایک دن آپ فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا، ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔ میں (مولانا محمد یعقوب نانوتوی) کہتا ہوں، اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا؟ جو کمالات تھے، وہ کس قدر تھے؟ کیا اس میں سے ظاہر ہوئے؟ آخر سب کو خاک میں ہی ملا دیا، اپنا کہنا کر دکھایا۔ (حالات طیب، ص: ۵۶، ۵۷)

④ - استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۱۲۴۹ - ۱۳۰۲ھ) قدس سرہ

مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم تھے، لیکن درس میں اگر کسی ادنیٰ طالب علم نے بھی مولانا کے خلاف تقریر کر دی اور وہ جی کو لگ گئی تو فوراً مان لیتے تھے، اور صاف الفاظ میں فرماتے تھے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ پھر دو چار سیکنڈ کے بعد فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، یہاں تک کہ مخاطب خود شرمندہ ہو جاتا تھا۔ اور جہاں کوئی شبہ ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن جہاں تک پہنچ سکتا ہے، اول ہی مرتبہ پہنچ جاتا ہے، پھر نہیں پہنچتا۔ پھر جہاں شبہ رہتا صاف فرمادیتے: مجھے اس مقام میں شرح صدر نہیں۔ اور کتاب لے کر کسی ماتحت مدرس کے پاس جاتے۔ (مولانا خود صدر مدرس تھے، باقی سب ماتحت ہی تھے) اور شاگردوں کی جگہ بیٹھ کر پوچھتے۔ وہ بھی مزاج سے واقف تھے، نہ اٹھتے نہ صدر پر بیٹھنے کو عرض کرتے اور وہاں سے آ کر صاف فرمادیتے کہ میں نے ان مولوی صاحب سے پوچھا ہے، انھوں نے یہ مطلب بتایا ہے!! اہل اللہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۵/۲۶، ۲۵) اس میں حضرت کی تواضع کے کئی واقعات آ گئے۔

⑤ - شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۱۲۶۸ - ۱۳۳۹ھ) قدس سرہ

حضرت اپنے تلامذہ کے ساتھ اس طرح اختلاط و ارتباط و انبساط رکھتے کہ دیکھنے والا کبھی نہ سمجھ سکے

جب میں نے ان کو بلایا کہ تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ (قرآن کریم)

کہ یہ اس مجمع کے مخدوم ہیں۔ (ذکر محمود، ص: ۱۳۳، مشمولہ: میرے اکابر)

کسی سے کسی خدمت کی فرمائش کرنے کی عادت نہ تھی، بلکہ اکثر مہمانوں کے لیے کھانا مکان سے اپنے ہاتھ میں لاتے اور خود کھلاتے۔ (مصدر سابق، ص: ۱۳۴)

حضرت مولانا (شیخ الہند) نے ارشاد فرمایا کہ بارہا گنگوہ کی حاضری کے وقت خیال ہوا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ سے حدیث کی اجازت کی درخواست کروں، مگر معاً ہی یہ خیال مانع آ گیا کہ اگر حضرت پوچھ بیٹھیں: تجھ کو آتا ہی کیا ہے جو حدیث کی سند مانگتا ہے؟ تو کیا جواب دوں گا؟ بس یہ سوچ کر رہ گیا۔ اللہ اکبر! کچھ حد ہے تو اضع کی! (مصدر سابق، ص: ۱۳۶)

مدرسہ عالیہ دیوبند میں اہل علم کا ایک خاص جلسہ تھا، جس میں اس پر کلام ہو رہا تھا کہ آج کل طلبہ اکثر بد استعداد کیوں ہوتے ہیں؟ اور سب متفقاً اس کا سبب طلبہ کی کوتاہیوں کو بتلا رہے تھے، مثلاً مطالعہ نہ دیکھنا، سمجھ کر نہ پڑھنا، اپنی رائے سے سبق شروع کر دینا، سبق چھوڑ دینا، وغیرہ۔ ایک صاحب جو کسی مدرسہ میں مدرس تھے اور حضرت مولانا کے شاگرد بھی تھے اور طبعاً ذرا دلیر بھی تھے، بے ساختہ بول اُٹھے کہ کیوں حضرات! سب طلبہ ہی پر الزام ہے، مدرسین کی کوئی خطا نہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا: ہاں بھئی! وہ تم بتلاؤ۔ وہ بولے: کیا یہ مدرسین کی غلطی نہیں ہے کہ کسی طالب علم نے کوئی بات پوچھی، بجائے اس کے کہ شفقت سے اس کا شبہ رفع کریں، جھاڑ کی طرح اس کے پیچھے لگ گئے اور الزامی جوابوں سے اس کے سر ہو گئے، وہ بے چارہ خوف زدہ ہو کر چپ رہ گیا اور وہ شبہ جوں کا توں رہ گیا، تو اس فن میں کیا استعداد ہو؟ تو مولانا کیا فرماتے ہیں: ہاں بھائی ہاں! سچ کہتے ہو، یہ عیب تو میرے اندر بھی ہے، وہ بے چارے بے حد شرمندہ ہوئے کہ حضرت! واللہ جو میرا یہ مقصود ہو، نعوذ باللہ! حضرت کو تھوڑا ہی کہتا ہوں۔ ہنس کر فرمانے لگے: تم نہ کہو، مجھ کو تو معلوم ہے، میں تو کہتا ہوں۔ (مصدر سابق، ص: ۱۳۷، ۱۳۸)

⑥ - قدوة العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۲۶۹-۱۳۴۶ھ) قدس سرہ

مولانا (خلیل احمد سہارنپوری) میں حضرات سلف کی سی تو اضع تھی کہ مسائل و اشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کی باتوں کو شرح صدر کے بعد قبول فرمالتے تھے، چنانچہ بعض واقعات نمونے کے طور پر پیش ہیں:

ایک بار سفر بہاولپور میں اس احقر (حضرت تھانوی) سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو، مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں، اس عادت کے سبب اکثر خیال بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں آجاتا ہے، سو کیا خیال آنا بھی اشراف نفس و انتظار میں داخل ہے، جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے؟ اس حقیر میں کیا قابلیت تھی کہ

ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے سوال کا جواب دے سکوں، لیکن چونکہ پوچھنے کے انداز سے جواب دینے کا حکم معلوم ہوتا تھا، اس لیے جواب عرض کرنا ضروری تھا، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جائے کہ اگر ہدیہ نہ ملے تو آیا جی میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ناگواری ہو تو یہ خیال آنا اشرف نفس ہے اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشرف نفس نہیں ہے۔ اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی۔

اس واقعے میں مولانا کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں: ایک تو اضع جس کے سلسلے میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے دقیق تقویٰ کہ اشرف کے احتمال بعید تک نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا۔ تیسرے اتباع سنت، جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے اپنے معاملے میں اپنی رائے پر اعتماد نہیں کیا، ورنہ جس کی نظر اتنی دقیق ہو، کیا اس فیصلے تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی؟ (خوان غلیل: ص ۱۶۴، ۱۶۵، ملخصاً، مشمولہ: میرے اکابر)

⑦ - حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ) قدس سرہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہمارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تو اضع اور فروتنی تھی۔ (علم و عمل میں بڑے بڑوں سے ممتاز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتے تھے) اور فرمایا کہ: میں الحمد للہ! کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا، کیونکہ میں ہر فاسق میں حالاً اور ہر کافر میں مالاً یہ احتمال سمجھتا ہوں کہ شاید وہ عند اللہ اس زمانے کے مشائخ و اولیاء سے افضل و بہتر ہو۔“ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۴/۱۶۳)

فرمایا حضرت والانے: مجھے واللہ! کبھی وسوسہ بھی نہیں آتا کہ مجھے کچھ آتا ہے، اور کوئی فن بھی آتا ہے۔ میں طالب علموں کو بھی اپنے سامنے زیادہ سمجھتا ہوں۔ وعظ کہنے بیٹھتا ہوں تو یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بات غلط نہ بیان ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں محض بلا تصنع کہتا ہوں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدمت دین کی مجھ سے ہو سکے اس کی توفیق دے، اور اسی میں عمر ختم ہو جائے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۰/۱۷۵)

حضرت نے فرمایا: جس طرح میں دوسروں کی اصلاح کے طرق سوچتا رہتا ہوں، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی اصلاح کے طریق بھی سوچتا رہتا ہوں۔ مسلمان کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہیے۔ اس پر بھی اگر نجات ہو جائے تو سب کچھ ہے۔ اس سے آگے ہم کیا حوصلہ اور ہمت کر سکتے ہیں؟ باقی فضائل و مدارج تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں، ہم کو تو جنتیوں کی جوتیوں ہی میں جگہ مل جائے، یہ ہی بڑی دولت ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱/۱۵۹، ۱۶۰)

جونپور میں وعظ سے پہلے حضرت کی خدمت میں ایک بے ہودہ خط پہنچا، اس میں چار باتیں لکھی تھیں: ایک یہ کہ تم جولا ہے ہو، دوسری یہ کہ جاہل ہو، تیسری یہ کہ کافر ہو، چوتھی یہ کہ سنبھل کر بولنا۔ حضرت نے وعظ سے پہلے مجمع میں خط پڑھ کر سنایا اور چاروں باتوں کا انتہائی تواضع، نرمی اور صفائی سے جواب دیا۔

(دافتے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: ملفوظات حکیم الامت: ۲۴/۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴۔ اشرف السوانح: ۱/۷۲-۷۵)

8- امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری (۱۲۹۲-۱۳۵۲ھ) قدس سرہ

حضرت کا ارشاد ہے: میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا، اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا۔ اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی کبھی نوبت نہیں آئی کہ حاشیہ کی جانب کو گھما کر اپنے سامنے کر لیا، بلکہ اٹھ کر اس جانب جا بیٹھا ہوں جدھر حاشیہ ہوتا۔

(نقش دوام: ص ۹۲، ۹۳)

جب مجلس علمی ڈابھیل قائم ہوئی اور حضرت شاہ صاحب کی بعض تالیفات طاعت کے لیے منتخب کی گئیں، جن کے سرورق پر حسب دستور تعظیمی القاب کے اضافے کیے گئے۔ حضرت نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف محمد انور شاہ لکشمیری لکھیے، یا زیادہ سے زیادہ الاستاذ محمد انور شاہ لکشمیری لکھیے، چنانچہ آپ کی تمام تر وہ مطبوعات جنہیں مجلس علمی نے شائع کیا ہے، اسی نام و عنوان کے ساتھ شائع کی گئیں۔

(مصدر سابق، ص: ۹۶)

حضرت فرماتے ہیں: میں ڈابھیل کے سفر کے لیے پابہ رکاب تھا، اسی دوران جامعہ عباسیہ کے شیخ کا تار ملا کہ اس مقدمہ (بہاولپور) میں تیری شہادت مطلوب ہے۔ میں نے سوچا میں ایک بے عمل شخص ہوں، جس کا دامن زادِ آخرت سے خالی ہے۔ شاید مجھ روسیہ کی نجات کے لیے یہی چیز کارآمد ہو کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی حمایت کے لیے آیا ہوں اور ختم نبوت کی جانبداری میرے لیے ذریعہ نجات بن جائے۔ (مصدر سابق، ص: ۹۷) یہ واقعات حضرت کی غایت تواضع کے شاہد عدل ہیں!

9- شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (۱۲۹۶-۱۳۷۷ھ) قدس سرہ:

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (متوفی: ۱۳۸۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوپی میں میری تقریر تھی۔ رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا۔ بیداری اور نیند کے درمیان مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے، میں نے کہا: خیر مجھے عادت بھی ہے، کوئی دوست ہوگا، مگر اسی کے ساتھ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ مٹھی تو عجیب قسم کی ہے۔ باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جا رہی ہے، سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت شیخ مدنی ہیں۔ فوراً پھڑک کر چارپائی سے اتر پڑا اور ندامت سے عرض کیا: حضرت! کیا ہم نے اپنے لیے جہنم جانے کا خود سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہمیں دھکا دے کر جہنم بھیج رہے ہیں؟ شیخ نے جواباً فرمایا: آپ نے دیر تک تقریر کی تھی، آرام کی ضرورت تھی، اور آپ کی عادت بھی تھی، اور مجھ کو سعادت کی

اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ (قرآن کریم)

ضرورت! ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا، میں نے خیال کیا آپ کی نماز چلی نہ جائے! تو بتائیے حضرت میں نے کیا غلطی کی؟ (مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/۲۲ ملخصاً) حضرت مدنی اپنے نام کے ساتھ غایت تواضع سے ننگ اسلاف لکھا کرتے تھے، اس کے معنی ہیں جو اپنے بڑوں کے لیے عار کا باعث ہو! دیکھیے: مکتوبات شیخ الاسلام۔

ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی اجتماع تھا، جس میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۶۳ھ) تشریف لائے۔ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی، اچانک پتہ چلا کہ قریب کانگریس کا جلسہ ہے، جہاں حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مولانا الیاس صاحب نے تقریر بند کر دی اور فرمایا کہ قریب حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں، سب حضرات چل کر ان کی تقریر سنیں۔ وہاں حضرت مدنی کو پتہ چلا کہ قریب میں تبلیغی جلسہ ہے، اور مولانا الیاس صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنی تقریر ختم کر دی، اور لوگوں کو تبلیغی جلسے میں شرکت کی ہدایت فرما کر دیو بند روانہ ہو گئے، جلسہ نہ یہاں ہوا اور نہ وہاں!۔

(حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے حیرت انگیز واقعات، ص: ۱۵۸، ملخصاً)

اس واقعے سے دونوں بزرگوں کی تواضع اور اخلاص اظہر من الشمس ہے۔

⑩ - شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۰۵ - ۱۳۶۹ھ) قدس سرہ

حضرت عثمانی حضرت مدنی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ کیا گیا ہے تو میں اس پر اظہارِ بیزاری کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کتنی ہی غلط ہو، ان کا علم و فضل بہر حال مسلم ہے، اور اپنے نصب العین کے لیے ان کی عزیمت اور ہمت اور انتھک جدوجہد ہم جیسے کابلوں کے لیے قابلِ عبرت ہے۔ (کمالات عثمانی، ص: ۶۱۸) سیاسی اختلاف رائے کے باوجود حضرت مدنی کا اور اپنا تذکرہ جس انداز سے فرمایا گیا ہے وہ کمال تواضع کی کھلی دلیل ہے۔

اکابر دیوبند کے کمالات کا ذکر فرما کر حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۹۶ھ) فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے ایک مصرع کہا ہے، جس کا مصرع ثانی اب تک کوئی نہ کہہ سکا: ”ایک مجلس تھی فرشتوں کی جو برخواست ہوئی۔“

دس اکابر دیوبند کی تواضع کے کچھ واقعات عرض کیے گئے ہیں۔ اب اس شعر پر مضمون ختم کرتا ہوں:

أحب الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقني صلاحا

”نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور خود نیک نہیں ہوں، شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرمائیں۔“

